جال

- قادیانیوں کی ایک خطرناک سازش کی راز افشائی۔
- ایک معاشرتی ناسور جس کا علاج ہم سب کا دینی و ملی فریضہ ہے۔
- ایک باہمت و باغیرت نوجوان کی کہانی جو اس جال کو توڑ کر فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔
- ایک ہوشربا افسانہ جس کا دامن حقائق سے مالا مال ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوة
ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ فون 2329

وہ چوبیس برس کا جوان رعنا تھا۔ نام محمد جمیل' جو اس کے حسن صورت کا عکاس تھا۔ وہ باغوں اور کالجوں کے شہر لاہور میں پلا بڑھا تھا۔ اس نے بی اے تک تعلیم پائی تھی۔ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ اس کے والد ایک پرائیویٹ فرم میں ملازم تھے۔ لیکن طویل بیماری کی وجہ سے انہیں ملازمت سے فارغ کر دیا گیا۔ گھر کا سارا بوجھ اس کے کندھوں پر آن پڑا۔ وہ شام کو لوگوں کے گھروں پہ جا کر ٹیوشن پڑھا کر بڑی مشکل سے گھر کی دال روٹی چلاتا۔ والد کی دوائیوں کے لیے اکثر اسے دوستوں سے ادھار اٹھانا پڑتا۔ جس کی واپسی اس کے مسائل میں زبردست اضافہ کرتی۔ اسے جوان ہوتی بہنوں کے ہاتھ پیلے کرنے کا بھی فکر تھا۔ وہ نوکری کی تلاش میں مارا مارا پھرتا۔ پنجاب پبلک لائبریری جا کر اخباروں کے پلندوں میں سے ملازمت کے اشتہارات ڈھونڈتا۔ جس دن کوئی اشتہار مل جاتا' وہ فوراً درخواست دینے کے لیے متعلقہ دفتر میں پہنچ جاتا۔ وہ درخواستیں اور انٹرویوز دے دے کر تھک گیا لیکن اسے نوکری نہ ملی۔ کیونکہ اس کے پاس کسی ایم پی اے یا ایم این اے کی سفارش نہ تھی۔ وہ کسی وزیر یا مشیر کا رشتہ دار نہ تھا۔ اس کی جیب میں کسی راشی افسر کو رشوت دینے کے لیے خطیر رقم نہ تھی۔ ایک دن اس کے والد کے ایک انتہائی قریبی دوست نے اس سے کہا کہ بیٹا جمیل! آج تم میرے دفتر آنا' میں نے ایک دوست سے تمہاری نوکری کی بابت بات کر رکھی ہے۔ انشاء اللہ تمہاری نوکری کا بندوبست ہو جائے گا۔ وہ صبح خوشی خوشی اپنے والد کے دوست کے آفس پہنچا اور دوپہر دو بجے تک اپنے والد کے دوست کے پاس بیٹھا انتظار کرتا رہا۔ لیکن مذکورہ شخص نہ آیا۔ وہ کئی دن تک ان کے آفس میں چکر لگاتا رہا لیکن سوائے ناکامی کے کچھ نہ ملا۔ ایک دن وہ انتہائی افسردگی کے عالم میں پژمردہ چہرے کے ساتھ' تھکا ہارا دفتر کی سیڑھیاں اتر کے گھر جا رہا تھا کہ سیڑھیوں میں اسے ایک بوڑھا شخص ملا جس کا انداز تکلم بڑا دھیما' میٹھا' چہرے پہ فرنچ کٹ داڑھی اور ہاتھ میں ایک مخصوص انگوٹھی تھی جو اس سے قبل اس نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس شخص نے بڑی محبت و چاہت سے اس سے ہاتھ ملایا اور خندہ پیشانی سے بیٹ

دریافت کی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں اسی دفتر میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز ہوں۔ آپ کو کئی دفعہ پریشانی کے عالم میں دفتر میں آتے دیکھ کر میں نے آپ کے میزبان سے پوچھا تھا کہ برخوردار کو کیا مسئلہ درپیش ہے؟ تو آپ کے میزبان نے بتایا تھا کہ آپ ملازمت کے سلسلہ میں پریشان ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بڑی پھرتی سے پوچھا کہ کیا بنا آپ کی ملازمت کا؟ جمیل نے مایوس لہجہ میں نفی میں جواب دیا تو اس شخص نے اسے تھپکی دیتے ہوئے کہا کہ بیٹا! فکر مت کرو۔ تم مجھے بالکل اپنے بیٹوں کی طرح عزیز ہو۔ میں تمہاری پریشانی کا سن کر خود پریشان ہو جاتا تھا۔ آج صبر کا یارا نہ رہا تو تمہیں راستہ میں روک کر حالات کی بابت پوچھ لیا۔ بوڑھا شخص نہایت شفقت سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اسے آفس کی کنٹین میں لے گیا' بڑی پر تکلف چائے پلائی اور ساتھ ساتھ پیار بھرے لہجہ میں میٹھی میٹھی باتیں کرتا رہا۔ بوڑھے کے ساتھ تھوڑا سا وقت گزارنے کے بعد جمیل اس سے یوں مانوس ہوگیا جیسے کئی برسوں سے گہری دوستی ہو۔

چائے سے فراغت کے بعد بوڑھے نے جمیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا! تمہاری ملازمت کا کام تو پکا ہوگیا اور نوکری بھی معمولی نہیں بلکہ بہت اعلیٰ ہوگی اور چند ہی مہینوں میں تمہارے حالات یکسر بدل جائیں گے۔ بوڑھے کے یہ محبت بھرے الفاظ سن کر جمیل کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے سر سے ٹنوں وزن اتار دیا اور اس کا بدن گلاب کے پھول کی طرح ہلکا پھلکا ہوگیا۔ وہ بڑے جذباتی انداز میں بوڑھے کا شکریہ ادا کرنے لگا۔ بوڑھے نے کہا' بیٹا! شکریہ کی کیا ضرورت! دکھی لوگوں کے کام آنا میری زندگی کا نصب العین ہے۔ اس کے بعد بوڑھے نے اپنی جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکالا اور اس کی پشت پر ایک شخص کے نام رقعہ لکھ دیا۔ بوڑھے نے جمیل سے کہا کہ تم یہ کارڈ لے کر ربوہ چلے جاؤ۔ میرا یہ کارڈ فلاں شخص کو دینا وہ فوراً تمہاری ملازمت کا بندوبست کر دے گا۔ جمیل نے جب بوڑھے سے پوچھا کہ ربوہ کہاں ہے تو بوڑھے نے جواب دیا کہ ربوہ چنیوٹ شہر سے بذریعہ بس صرف پندرہ

منٹ کا سفر ہے۔ جمیل نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کمال احتیاط سے کارڈ اپنی جیب میں ڈالا اور خوشی میں پھولا نہ سماتا ہوا گھر روانہ ہوگیا۔ اس نے گھر جاتے ہی یہ خوشخبری اپنے والدین اور بہنوں کو سنائی۔ سارے گھر میں خوشی کی ایک زبردست لہر دوڑ گئی اور جمیل کو ایڈوانس مبارک بادیں ملنے لگیں اور مٹھائی کا مطالبہ ہونے لگا۔ ہنستا مسکراتا جمیل اگلے دن ربوہ جانے کی تیاری میں مصروف ہوگیا۔ اگلی صبح وہ نہا دھو کر تیار ہوا اور والدین سے اجازت لے کر گھر سے چل پڑا۔ ویگن سٹینڈ پر پہنچا' ٹکٹ خریدا اور ویگن میں بیٹھ گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد سو گیا۔ جب آنکھ کھلی تو ویگن ایک صاف ستھری شاہراہ پر فراٹے بھرتی ہوئی ربوہ کی جانب رواں تھی۔ جوں جوں ربوہ قریب آ رہا تھا اسے اپنی منزل قریب آتی دکھائی دے رہی تھی۔ ساڑھے تین گھنٹے میں ویگن نے اسے ربوہ پہنچا دیا۔ جمیل ویگن سے اترا' رومال سے منہ ہاتھ صاف کیے' لباس کو درست کیا' جیب سے کنگھا نکال کر سنہری بالوں میں پھیرا اور قریب ہی کھڑی ویگن کے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی اور مسکرا کر رہ گیا۔ ضروری سامان والا بیگ کندھے پر لٹکایا اور ایک قریبی دکاندار سے کارڈ میں درج پتے کی بابت پوچھا۔ بااخلاق دکاندار نے بڑی تسلی سے اسے پتہ سمجھا دیا۔ جمیل بڑے بڑے قدم اٹھاتا ہوا' جھٹ پتے پر پہنچ گیا۔ یہ ایک بہت بڑا دفتر تھا جس کے باہر قصر خلافت لکھا تھا جس میں لوگ ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔ سب کی شکلیں عجیب و غریب اور آپس میں بڑی ملتی جلتی تھیں۔ جمیل انہیں دیکھ کر کچھ حیران سا ہوا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے ایک شخص کو روک کر اس سے کارڈ میں درج نام والے شخص کے بارے میں پوچھا۔ وہ شخص اسے بڑی الفت سے ملا اور پھر اسے ساتھ لے جا کر ایک کمرہ کے باہر لکڑی کے بنچ پر بٹھا دیا اور دروازے کے باہر کھڑے چوکیدار سے کہا کہ یہ شخص آپ کا مہمان ہے۔ جمیل نے بوڑھے کا کارڈ چوکیدار کو دیا۔ چوکیدار کارڈ لے کر اندر گیا اور جلد لپک کر باہر آ گیا اور جمیل کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔ جمیل خود کو سیٹ کرتا ہوا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اندر گھومنے والی کرسی پر بیٹھے شخص نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال

کیا اور بڑے احترام سے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جمیل شکریہ کہہ کر کرسی پہ بیٹھ گیا۔ جمیل نے بیٹھتے ہی ایک نظر گھما کر کمرے کا جائزہ لیا تو کمرہ بیش قیمت فرنیچر، قالین اور پردوں سے آراستہ تھا۔ اب جمیل نے غور سے جو اس شخص کو دیکھا تو چونک اٹھا کہ اس شخص کی بھی بوڑھے کی طرح فرنچ کٹ داڑھی اور انگلی میں وہی مخصوص انگوٹھی تھی۔ لیکن اس نے خود پر زبردست قابو رکھتے ہوئے کسی احساس کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ جمیل نے نظر اٹھا کر سامنے جو دیکھا تو اسے اس شخص کی پشت کی طرف دیوار پر ایک شخص کی شیشے کے فریم میں بہت بڑی تصویر نظر آئی۔ جمیل نے تصویر کی طرف جو بغور دیکھا تو اسے صاحب تصویر بڑا عجیب و غریب نظر آیا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی بڑی تھیں۔ ایک آنکھ تو تقریباً بند ہی تھی۔ داڑھی کے بال الجھے ہوئے، سر پہ سکھوں والی پگڑی، موٹے موٹے ہونٹ، مونچھوں کے بال منہ میں پڑے ہوئے، لیکن جمیل نے اس کو بھنگ کا مارا ہوا ملنگ سمجھ کر نظر انداز کر دیا اور وہ پوری طرح کرسی پہ بیٹھے ہوئے شخص کی طرف متوجہ ہوا۔ کرسی پہ بیٹھا ہوا شخص ہلکا ہلکا مسکراتا ہوا جمیل سے کہنے لگا۔

"آپ کی آمد کی اطلاع مجھے کل ہی مل گئی تھی اور میں آج آپ کا منتظر تھا۔ آپ کی ملازمت کا بندوبست ہو چکا ہے۔ ہم آپ کو اپنے خرچے پر جاپان بھیجیں گے۔ جہاں آپ کی تنخواہ پچیس ہزار پاکستانی روپے ہوگی"۔

"مجھے کب جانا ہوگا؟" جمیل نے پوچھا۔

"جب آپ کی مرضی"۔ کرسی پہ بیٹھے شخص نے جواب دیا۔

جمیل خوشی سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ اسے اپنی زندگی کے راستے سے مسائل کے بھاری بھرکم پتھر ہٹتے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ مستقبل میں ایک خوشگوار زندگی کی خوشبو سونگھ رہا تھا۔ وہ تصور کی دنیا میں اپنی بہنوں کی شادیاں کر رہا تھا۔ بیمار باپ کا علاج کسی بہترین ہسپتال میں کروا رہا تھا۔ بوڑھی والدہ کو حج بیت اللہ کروا رہا تھا۔ قرضوں کے طوق گلے سے اترتے ملاحظہ کر رہا تھا اور خود اپنی آئندہ زندگی کے حسین

سپنے دیکھ رہا تھا۔

اس نے آنکھیں جھپکیں اور تصوراتی ماحول سے حال میں واپس آیا اور اس نے کرسی پر بیٹھے شخص کا بڑے زور دار انداز میں شکریہ ادا کرتے ہوئے' دوبارہ ملنے اور جاپان روانگی کے پروگرام کے بارے میں پوچھا تو وہ شخص گویا ہوا۔

"مسٹر جمیل! ہم آپ کا اتنا بڑا کام کر رہے ہیں کہ اس کام کی بدولت آپ کی زندگی کے سارے کام ہو جائیں گے لیکن اس کام کے لیے ہماری بھی کچھ شرائط ہیں' جنہیں آپ کو پورا کرنا ہوگا"۔

"کون سی شرائط ہیں جناب؟" جمیل نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ کو مجھے لکھ کر دینا ہوگا کہ آپ قادیانی ہیں"۔ کرسی پر بیٹھے شخص نے میز پر پنسل مارتے ہوئے کہا۔

"وہ کیوں؟"

"اسی بنیاد پر تو آپ باہر جائیں گے"۔

"وہ کیسے؟"

"آپ کو درخواست میں لکھنا ہوگا کہ میں ایک قادیانی ہوں۔ پاکستان میں ہماری جان' مال اور عزتیں محفوظ نہیں۔ یہاں کی حکومت اور مسلمانوں نے ہماری زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ ہمارے مردوں کو قید کیا جا رہا ہے۔ ہمارے مکانوں اور عبادت گاہوں کو نذر آتش کیا جا رہا ہے۔ ہمارے اموال کو لوٹا جا رہا ہے۔ ملازمتوں کے دروازے ہم پر قطعاً" بند ہیں۔ لہٰذا مجھے انسانی حقوق کی بنیاد پر جاپان میں سیاسی پناہ دی جائے۔ دنیا کی انسانی حقوق کی کمیٹیوں سے ہمارے گہرے رابطے ہیں۔ ان کمیٹیوں کے تعاون سے ہم نے حکومت جاپان کو پاکستان میں قادیانیوں کے ساتھ ہونے والے اس ظالمانہ سلوک کے بارے میں قائل کر لیا ہے اور جس شخص کی تصدیق ہم کر دیں' اسے جاپان میں پناہ مل جاتی ہے۔ صرف جاپان ہی نہیں' بہت سے دیگر ممالک مثلاً مغربی جرمنی' ناروے' کینڈا وغیرہ کو بھی ہم نے پاکستان کے ان حالات کی وجہ سے

اپنے آدمیوں کو سیاسی پناہ دینے پر قائل کر لیا ہے۔ اس وقت ان ممالک میں ہمارے بھیجے ہوئے ہزاروں آدمی اربوں ڈالر کما رہے ہیں اور عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ بھی ایک قدم آگے بڑھائیے۔ خوشیوں سے بھری زندگی آپ کے لیے چشم براہ ہے۔ آپ صرف قادیانی ہونے کا اقرار کر لیں اور کمرے میں لگی ہوئی یہ تصویر ہمارے نبی جناب مرزا قادیانی صاحب کی ہے انہیں نبی تسلیم کر لیں، ہم آپ کی درخواست کی تصدیق کر دیں گے۔ جب آپ جاپان پہنچیں گے وہاں ایئرپورٹ پر ہمارا آدمی آپ کے استقبال کے لیے موجود ہوگا۔ وہ جاپانی انتظامیہ کو تصدیق کر دے گا کہ آپ واقعتہ" قادیانی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ شخص آپ کی رہائش اور ملازمت کا بندوبست بھی کر دے گا۔ اس سے بڑھ کر ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟"

"پاکستان میں آپ نے قادیانیوں پر ہونے والی جن زیادتیوں کی نشاندہی کی ہے، یہ سب جھوٹ ہیں"۔

"آپ زیادہ گہرائی میں نہ جائیں۔ آپ اپنے روشن مستقبل کی جانب دیکھیں۔ جب آپ کے پاس نئی نویلی کار ہوگی، بہترین کوٹھی ہوگی، رنگین ٹی وی، وی سی آر، فریج اور دیگر جدید مشینوں سے آپ کا گھر آراستہ ہوگا، نوکر چاکر آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں گے۔ آپ کے بچے اعلیٰ سکولوں میں تعلیم حاصل کریں گے اور آپ کا ایک بہت بڑا بنک بیلنس ہوگا۔ جلدی فیصلہ کیجئے، جاپان کی ہوائیں اور فضائیں آپ کا انتظار کر رہی ہیں"۔

جمیل اس تہہ در تہہ گھناؤنی سازش کو سمجھ چکا تھا۔ اس کے دل میں جذبات کا ایک سمندر موجزن ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی اُمڈ آئی تھی اور اس کے ماتھے پہ غصے سے جھریاں چڑھ آئی تھیں۔ وہ کرسی پر بیٹھے شخص کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گرجدار آواز میں کہنے لگا۔

"میں اسلام فروش نہیں ہوں، میں عقیدہ فروش نہیں ہوں، میں ملت فروش نہیں ہوں، میں وطن فروش نہیں ہوں، میں اسلام سے دغا نہیں کر سکتا، میں محمد عربی

صلی اللہ علیہ وسلم سے جفا نہیں کر سکتا۔ میں عقیدہ ختم نبوت سے بغاوت نہیں کر سکتا' میں وطن کی مٹی کو فروخت نہیں کر سکتا' میں حرص کے ہاتھوں سے پاکستان کا منہ کالا نہیں کر سکتا۔ میں تحریک پاکستان کے شہداء کی روحوں کو تڑپتا نہیں دیکھ سکتا۔ میں غریب ضرور ہوں لیکن باکردار ہوں' باوقار ہوں' میری حب النبیؐ زندہ ہے' میری حب الوطنی تابندہ ہے' میری حب الاسلام پائندہ ہے' میری غیرت نے ابھی کفن نہیں پہنا۔ میری حمیت ابھی لاش نہیں بنی۔ میری انا ابھی درگور نہیں ہوئی۔ میں تمہارے انگریزی نبی پہ لعنت بھیجتا ہوں۔ میں تمہارے جاپانی ویزے کو پائے حقارت سے ٹھکراتا ہوں۔۔۔ میں اس لمبی چوڑی تنخواہ پہ تھوکتا ہوں۔ تم اس ملک کے غدار ہو' تمہارا محاسبہ کیا جائے گا۔ تمہارا مقابلہ کیا جائے گا۔ تمہاری اس سازش کو طشت ازبام کیا جائے گا۔ ریشمی دھاگوں سے بنے ہوئے تمہارے اس جال کو تار تار کیا جائے گا۔ تمہارا یہ جال کتنے لوگوں کے ایمانوں کا مقتل بنا؟ تمہارے اس جال کی رسیوں کے پھندے سے کتنے لوگوں کے ایمانوں کو پھانسی دی گئی؟ انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب تمہیں نیست و نابود کر دیا جائے گا"۔ جمیل بڑی گرجدار آواز میں بول رہا تھا اور اس کے سامنے قادیانی سردی میں ٹھٹھرے ہوئے سانپ کی طرح کرسی پہ بیٹھا ہوا تھا۔ جمیل شدید غصہ میں کمرے سے اٹھا اور زور زور سے پاؤں مارتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ سڑک پہ آ کر وہ ویگن میں سوار ہو کر عازم لاہور ہوا۔ جب وہ گھر پہنچا' تو سورج ڈوبنے میں چند منٹ باقی تھے۔ وہ دروازہ کھٹکھٹانے لگا تو اسے گھر سے زوردار قہقہوں کی آواز آئی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھلا تو جمیل نے دیکھا کہ اس کی ہمشیرہ کے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ ہے اور وہ انتہائی خوشی میں مبارک باد کے ساتھ اپنے بھائی کو مٹھائی پیش کر رہی ہے۔ جمیل سخت پریشان ہو جاتا ہے۔

"کیسی مبارک باد؟ کیسی مٹھائی؟" جمیل نے پوچھا۔

"آج صبح تمہارے جانے کے دو تین گھنٹے بعد اباجی کے وہی دوست آئے اور ان کے ہاتھوں میں تمہارا "اپوائنٹ منٹ لیٹر" تھا اور تمہیں سترہویں سکیل میں نوکری مل

چکی ہے"۔ اس کی ہمشیرہ نے بتایا۔

یہ حیران کن خبر سن کر جمیل کی آنکھوں میں خوشی و تشکر سے آنسو آ گئے جو اس کی پلکوں پر موتی بن کر جھلملانے لگے اور اس کی زبان پر قرآن مجید کی یہ آیت جاری ہو گئی۔

واللہ خیر الرازقین

اور اللہ بہتر رزق دینے والا ہے